# مفتح الکلام و مقطع الخصام
# فی اثبات الحیوۃ و المجیٔ للمسیح علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
سیدنا محمد سید الانبیاء وآلہٖ وصحبہ اہل التقیٰ

اما بعد۔ حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات و مماۃ اور دوبارہ آمد کے متعلق بہت سے رسائل و مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مگر جو رسالہ یا مضمون اس باب میں شائع ہوا ہے۔ اسمیں فروعی بحث ہوتی ہے۔ جانبین کے دلائل قرآن و حدیث میں فریقین نے مسابقت کی۔ لیکن کبھی اصولی بحث کی طرف رجوع نہ کیا۔ اور ایسے اصول سے تعرض نہ کیا جن کے پابند ہو کر فریقین ان دلائل سے استدلال کرتے۔ اور وہ اصول ان کے نزدیک اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ قرار پا کر ان کے پیش کردہ دلائل کو مفہم اہل تسلیم یا مفحم خصم بنا دیتے اور انکا جھگڑا ختم ہو جاتا۔

فریقین میں اصول مسلم نہیں ہوتے۔ تب ہی ایک ہی آیت اور ایک ہی حدیث کے معنے ایک فریق کچھ کرتا ہے اور دوسرا فریق کچھ اور کرتا ہے۔ اور آئے دن یہ لڑائی جھگڑے نئی صورت اور نئے رنگ ڈھنگ سے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ خاکسار علماء سلف کے نقش قدم پر چلنے کو اس سے پہلے تین دفعہ چاہتا تھا کہ حضرت مسیح ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات و مماۃ اور انکی آمد ثانی پر مرزا اور مرزائیوں سے اصولی بحث کرے۔ دفعہ اوّل ماہ فروری ۱۹۰۹ء میں مرزا کے جانشین حکیم نورالدین سے میں نے یہ تمہید اصول مباحثہ کرنا چاہا اور بمقام لاہور منشی امیرالدین مرحوم کے مکان پر ہمارا اور انکا نصف دن تک مکالمہ ہوا جس میں حکیم نورالدین کے سامنے میں نے تین اصول پیش کر کے تسلیم کرا لیے۔ اذا مجملا اصل یا

بمحاورہ عام) اصول اوّل یہ تھا۔ کہ کتاب و سنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں۔
دوسرا اصل یہہ تھا کہ سنت سے وہ اقوال و افعال (لائق اقتدا) اور تقریرات نبویہ مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔ تیسرا اصل یہ کہ کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ نظر سنت نبویہ کے مثبت و شاہد ہیں۔ چوتھا اصل یہہ کہ حدیث بخاری و مسلم میں اگر تعارض ہو۔ تو حدیث بخاری مقدم ہے۔ ان اصول اربعہ کو سنکر حکیم صاحب نے یہہ صاف الفاظ کہہ دیئے تھے کہ یہہ اصول مسلم ہیں۔ حکیم صاحب کا ان اصول کو تسلیم کرنا اختیاری تھا نہ اضطراری اسپر روشن دلیل یہہ ہے کہ اُسوقت سے اسوقت تک جسپر تیئیس برس گذر گئے ہیں وہ اس تسلیم پر قائم ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث کو مثبت سنت نبویہ سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے طاعنون سے یہہ سوال آپنے کیا ہے جو اخبار اہلحدیث ۳ جنوری ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا ہے۔ اُس اخبار کے صفحہ ۱۳ میں ہے

**صحیح بخاری اور حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی**

حکیم صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں جناب مولوی فضل صاحب السلام علیکم ہینے اہل فقہ سے دریافت کیا تھا بخاری جیسی کتاب معتبر نہیں تو بقیہ کتب احادیث کس قطار و شمار میں ہیں اور پھر کتب اصول فقہ حنفیہ نے بعد کتاب اللہ سنت سے استدلال کا ارشاد کیا ہے تو آپ دریافت طلب امر ہے کہ سنت کو کس جگہ سے لیں کیا آپ اس سوال کو پوچھ سکتے ہیں۔

نورالدین ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء قادیان

اس سوال سے ثابت ہے کہ دوسری اور تیسری اصل کا آپکو ابتک اختیاری اعتراف ہے ورنہ ایک منکر صحیح بخاری سے یہ سوال نہ کرتے کل میرے نام حکیم صاحب کا خط مورخہ ۵ فروری ۱۹۱۳ء آیا ہے۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں البخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ حق و صدق (الخ) نورالدین ۲۵ فروری ۱۹۱۳ء۔ یہہ بھی اس اختیاری اعتراف پر روشن دلیل ہے۔ دازانجملہ اوّل اصل (یا بمحاورہ عام) اصول یہ تھا کہ الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہری معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور انکی تاویل بلا دلیل قوی اور حجت قطعی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی دافع ہے۔ اس اصول کو بھی حکیم صاحب نے مان لیا۔ مگر اسمیں اتنا بڑھا دیا کہ اگر کسی پیشگوئی یا خبر میں کوئی مجازی معنے مراد ٹھہرانا دلیل قوی سے ممکن ہو تو مجازی معنے و استعارہ کے بھی

لیے جائیں گے - خدا جانے اس اصول کے تسلیم کے بعد مجھپر کیا پتھر ڈالو گے (صفحہ ۲۲ جلد ۱۳ - اشاعۃ السنہ جو ابھی دونوں چھپکر شائع ہو گیا تھا - اور حکیم صاحب اور ان کے مرشد مرزا کی نظر سے گذر چکا تھا ملاحظہ ہو) از انجملہ نواں اصول یہ تھا کہ حقیقت مجاز سے مقدم ہے اور حقیقت کے علامات یہ ہیں (۱) معنے لفظ کا متبادر (قریب الفہم) ہونا (۲) ایک امر (معنے) جائز پر لفظ کا اطلاق (بولا جانا) - (۳) اس معنے سے حقیقت کی نفی کا صحیح نہ ہونا - اس اصول میں حکیم صاحب نے پہلے یہ عذر کیا کہ یہ اصطلاحات سلف سے کہاں مروی ہیں - جب اس کا جواب دیا گیا - کہ جو آپنے لفظ استعارہ استعمال کیا ہے - یہ سلف سے کہاں مروی ہے؟ تو یہ جواب سنکر آپ دم بخود ہو کر اس اصول کو مان گئے - اور تئیسواں اصول یہ تھا ابن مریم کا لفظ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی کلام میں اور عام لوگوں کے کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصلی معنے کیا سمجھے جاتے تھے آیا وہی حضرت ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنے بھی کسیکے خیال میں آتے تھے اس اصول کے جواب میں حکیم صاحب نے کہا قرآن مجید میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں وہی عیسے ابن مریم سمجھے جاتے ہیں اور احادیث میں جو ابن مریم بولا گیا ہے - اسکی تشریح صحابہؓ کی جانب سے نہیں دیکھی کہ وہ اسکو مثیل ابن مریم سمجھتے تھے یا نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے - حکیم صاحب کا اس امر کو تسلیم کرنا کہ قرآنی لفظ ابن مریم کے معنے عیسے ابن مریم سمجھے جاتے تھے - بعینہ اس امر کو تسلیم کرنا تھا کہ عیسے ابن مریم اس لفظ ابن مریم کے حقیقی معنے ہیں تو پھر اس امر سے انکا تجاہل (جہل ظاہر کرنا) کہ صحابہؓ حدیث میں اس لفظ کے وارد ہوتے پر اس لفظ سے عیسے ابن مریم اسرائیلی مراد سمجھتے تھے یا کوئی مثیل ابن مریم صحابہ کرام جو عرب عرباء تھے اور افصح الفصحاء اور الفاظ قرآن کے معنے حقیقی اور مجازی سے خوب واقف تھے معانی الفاظ قرآن سے بیخبر ٹھہرانا اور خود اپنے مسلمہ اصول کا خلاف کرنا تھا لہذا خاکسار نے اس تجاہل حکیم صاحب کو دور کرنے کی غرض سے بوجہ بیسواں اصول پیش کرنا اور بحوالہ ذکر آٹھویں اصول مسلمہ حکیم صاحب یہ کہنا چاہا تھا کہ حسب حسب اعتراف آپکے قرآنی الفاظ ابن مریم کے معنے حقیقی حضرت مسیح اسرائیلی ہیں اور اصول ہشتم و نہم میں آپ مان چکے

ہیں کہ ہر لفظ کا اسکے اصلی اور حقیقی معنے پر حمل کرنا واجب ہے اور بلا شہادت قرینہ قویہ اسکے مجازی معنے مراد لینے جائز نہیں تو ان دونوں مسلمہ اصول کا نتیجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی کلام میں بھی جو لفظ ابن مریم کا وارد ہوا ہے اسکے معنے بھی صحابہ وہی معنے مسیح ابن مریم کے سمجھتے تھے جو اسکے حقیقی معنے ہیں مگر حکیم صاحب میرے منہ سے صرف اتنے الفاظ کہ آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث و قرآن کے اصلی معنے سنکر مجلس سے اٹھکر چلے گئے اور باوجودیکہ اسکے بعد نصف روز اور تمام شب لاہور میں رہے مجلس مباحثہ میں نہ آئے۔ یہ الفاظ سنکر آپکو کامل یقین ہوگیا تھا کہ جس پتھر کے ڈالے جانے کا ہم نے اصل ہشتم کو تسلیم کرنے کے وقت خوف ظاہر کیا تھا وہ ہمارے سر پر آ ہی پڑا۔ اب اگر ہم اسبات کو قبول کرتے ہیں کہ جہاں کہیں قرآن و حدیث میں لفظ ابن مریم وارد ہے وہاں اس لفظ کے حقیقی و ظاہری معنے عیسٰے علیہ السلام ہی مراد ہیں تو ہمارے مذہب مرزائی کی بیخ و بنیاد اکھڑتی ہے۔ اور اس مذہب کا تمام تار و پود ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس لفظ کے معنے حقیقی کو چھوڑ کر تاویلی و مجازی معنے مراد ہونے کے مدعی ہوتے ہیں۔ تو ہمکو بنا بر تسلیم اصول ہشتم و نہم اس معنے مجازی کے مراد ہونے پر کوئی دلیل قطعی اور قرینہ قوی پیش کرنا لازم آتا اور واجب ہوتا ہے۔ جسکا وجود نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ دلائل عقلیہ میں نہ مذاہب نقلیہ میں لہذا اس پتھر سے بچاؤ کی بجز اسکے اور کوئی بھی صورت نظر نہیں آتی کہ یہاں سے فرار اختیار کریں یہ سوچکر آپنے بہانہ تو یہ کیا کہ ہمیں جموں چلا جانا ضروری ہے اور مصرعہ خرجت من البازی علٰی سواء پر عمل کر کے لاہور چھوڑ کر صبح کی گاڑی میں بجائے جموں جانے کے لودھیانہ کو سدھارے اور اس پتھر کے ڈالے جانے کی شکایت اپنے مرشد صاحب مرزا قادیانی کی جناب میں پیش کر کے اسکے علاج و تدبیر کے خواستگار ہوئے۔ مرشد صاحب نے انکو تسلی دی کہ تم بے فکر ہو جاؤ میں اس مباحثہ کو ایک ہی لفظ سے اڑا دونگا اور ان اصول کو یونہی اڑا دونگا تم فرسے اور یہیں سے جموں چلے جاؤ۔ خاکسار نے حکیم صاحب کے لودھیانہ پہنچنے پر ان کے مرشد کو اس مضمون کا تار دیا کہ تمہارے حواری نور الدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا ہے

اُسکو واپس کرو یا خود آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اُس تار کا جواب دو نمبر کے
خط میں یہ آیا کہ تمہارا انکا مباحثہ ہی نہیں ہوا۔ میں خود مباحثہ کو آتا ہوں بشرطیکہ تم منہ سے
ایک لفظ نہ کہو۔ جو کہنا ہو بذریعہ ایک ہی تحریر کے پیش کرو۔ میں بھی اسکے جواب میں ایک ہی
تحریر پیش کرونگا۔ اور مباحثہ ختم ہوگا۔ پھر جب خاکسار نے اس شرط کا ناجائز ہونا اور مباحثہ
سے گریز کا بہانہ ہونا ثابت کرکے دوسری دفعہ اصول تسلیم کراکے ان سے مباحثہ کرنا چاہا اور اپنے
خط نمبر ٢٠ مورخہ ١٧ اپریل ١٨٩١ء میں انکو لکھا کہ میں قبل مباحثہ چند اصول آپ سے تسلیم
کراؤنگا جیسے حکیم نور الدین سے تسلیم کراچکا ہوں اور ضمیمہ خط میں لکھا کہ اگر آپ اصول کو مجلس
مباحثہ میں تسلیم کرانے سے ڈریں اور حکیم صاحب کی طرح یہ کہیں کہ خدا جانے ان اصول کے
تسلیم کرانے کے بعد مجھے کیا پتھر ڈالو گے۔ تو میں ان اصول کو آپکے پاس وہاں بھیجدوں
خوب سوچ کر اور سمجھکر انکو تسلیم کریں۔ تو اسکے جواب میں آپنے خط بیس اپریل میں صاف لکھ
دیا کہ میں ان اصول کو محض لغو اور بیہودہ سمجھتا ہوں۔ (حضرات ناظرین کسی مسلمان کی یہ
تو شان نہیں کہ وہ کتاب و سنت کو اصل اصول ٹھہرانے یا احادیث صحیحین وغیرہ کتب حدیث
کو مثبت سنت کہنے کو لغو اور بیہودہ کہے قرآن و حدیث کے مقابلہ میں نیا دین کھڑا کرنے
والے جو چاہیں سو کہیں) آخر آپنے ایک کارڈ بلا تاریخ میں اپنے آپ کو مباحثہ سے صاف
چھوڑ لیا اور یہ لکھدیا کہ آپ ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کریں۔ لوگ خود دیکھ لیں گے۔ یہ کارڈ
اور اس سے پہلے اور پچھلے خطوط جانبین اور اصول مباحثہ اشاعۃ السنہ جلد ١٣ کے
صفحہ (١) سے ٢٠٠ تک منقول ہیں۔ ناظرین ان کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ خاکسار
ابتدا سے اصولی بحث کا خواہاں رہا۔ اور یہ لوگ ان اصول کو پتھر گراں بار سمجھکر ان سے
گریزاں رہے۔ لودھیانہ کے زمانہ قیام میں مرزا نے لودھیانہ کے علماء کو مباحثہ کا اشتہار
دیا اور اسپر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ کو مخاطب کیا تو انکے خطاب میں انکی
قلم سے خوش قسمتی سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ اگر آپ چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابو سعید
محمد حسین صاحب کو بحث کے لیے وکیل مقرر کر دیں۔ اس کلمہ کو خاکسار غنیمت سمجھکر اس
مباحثہ کی تمنا میں لودھیانہ پہنچا اور تیسری دفعہ قبل از بحث اصول تسلیم کرا کے مرزا سے مباحثہ

سکے لیے تیار ہو گیا تو جس مُنہ سے مرزا قادیانی نے ان اصول کو لغو اور بیہودہ کہا تھا اُسی مُنہ سے اصول تسلیم کرانے کو مان لیا اور خدا خدا کر کے ایک مجلس میں ہمارا اور انکا مقابلہ ہو گیا۔ بحث مسائل مقصودہ سے پہلے خاکسار نے وہی اصول و مسائل مطبوعہ پیش کیے جو حکیم صاحب سے تسلیم کرائے تھے از انجملہ میرا پہلا اور تیسرا مسئلہ یا اصول یہ تھا کہ کیا کتاب اللہ اور سنت یعنی حدیث حجت شرعی ہیں اور کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ سنت یعنی احادیث کی مثبت ہیں آپنے اسکے جواب میں کتاب اللہ کا حجت ہونا تو زبانی ؎ تو مان لیا مگر حدیث کے حجت ماننے اور صحیحین کے مثبت احادیث کے ماننے سے گریز و فرار اختیار کرنا شروع کر دیا سوال تو لفظ احادیث کے صحت و ثبوت سے تھا اور آپ معنے احادیث کے پیچھے دوڑ پڑے۔

آپ کی تیسری تحریر کے الفاظ یہہ ہیں

کہ کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے (حضرت برائے نام و زبانی نہ دل سے اور واقعی حاشیہ صفحہ ہذا ملاحظہ ہو) جس امر میں احادیث نبویہ کے معنے جو کیے جاتے ہیں کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنے بطور حجت شرعیہ کے قبول کیے جاویں گے لیکن جو معنے نصوص بیّنہ قرآنیہ سے مخالف واقع

---

؎ زبانی اسلیے کہا گیا ہے کہ دل سے وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا دیکھو معجزات مسیح (احیاء موتے و خلق طیور و ابراء امراض صریح نصوص قرآن میں وارد ہیں پر وہ ان معجزات سے انکار کرتا ہے کہ ان کے قائلین اہل اسلام کو مشرک بتاتا ہے۔ اور انکی تاویل عمل تجاری و مسمریزم سے کرتا ہے۔ اور ان معجزات کی نفی کے لیے حدیث میں انکار کرنے کا مدعی ہو گیا ہے۔ ازالہ اوہام کے پہلے ہی صفحے میں وہ لکھتا ہے کہ جس مسیح کے مسلمان لوگ منتظر ہیں اسکی نسبت ہرگز حدیث میں یہ نہیں لکھا کہ اسکے دم سے مردہ زندے ہوں گے بلکہ یہہ لکھا ہے کہ اُسکے دم سے زندے مریں گے پھر اسکے صفحہ ۳۰۳ - صفحہ ۳۰۵ - صفحہ ۳۰۸ صفحہ ۳۰۹ میں ان معجزات کا اثر عمل تجاری و مسمریزم ہونا بیان کیا ہے صفحہ (۱۲۹) فتوے مطبوعہ علماء پنجاب و ہندوستان مندرجہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ - ملاحظہ ہو۔ اس معجزات قرآنی سے انکار مرزا قادیانی و دیکھکر کیا کوئی مسلمان با انصاف و صاحب عقل یقین کر سکتا ہے کہ مرزا قادیانی قرآن کو دل سے مانتا ہے ہرگز نہیں

ہونگے ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ جہانتک ہمارے لیے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنے کریں گے جو کتاب اللہ کے موافق ہونگے۔

پھر چوتھی تحریر میں آپنے لکھا ہے:۔

میرے بیان کا خلاصہ یہ کہ ہر ایک حدیث خواہ بخاری کی ہو یا مسلم کی اس شرط سے ہم کسی خاص معنے میں جو بیان کیے جاتے ہیں قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کے رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق و مطابق ہو۔ پھر بہت سی فضول باتوں کے بعد کہا ہے کہ میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری و مسلم کی حدیثیں ظنّی طور پر صحیح ہیں۔ مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔

پھر پانچویں تحریر میں آپنے کہا ہے کہ ائمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں۔ وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے۔ پھر کہا ہے صوم صلوٰۃ و حج زکوٰۃ وغیرہ اعمال حوصلہ حدیثوں کے ذریعے دریافت کیے گئے ہیں۔ ان کے یقینی ہونے کا موجب یہ ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ پھر کہا ہے۔

میرا مذہب مسلم اور بخاری کی نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ نخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں بلکہ میں ہر ایک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہو تو میں بسر و چشم اسکو قبول کروں گا بلکہ اگر مخالفت اٹھ جائے لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہوسکے تو پھر البتہ کہونگا۔ کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں تغییر الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آگیا ہوگا۔ یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اسکے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہونگے مگر ابتک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھکو ملی ہو جسکی میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کرسکا بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالی نے اس تعارض کے دور کرنے کے لیے بھی میری مدد فرمائی ہے۔ پھر بہت سی تطویل بلا طائل کے بعد کہا ہے۔

مخالفت

میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھکر قال اللہ قال الرسول پر

کچھ نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں بلکہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے اس سب پر ایمان لاتا ہوں نیچریوں کا اوّل دشمن میں ہوں۔ ان تحریرات ثلثہ (۳ سیم۔ ۵م) کے جواب میں خاکسار کی طرف سے یہی سوال ہوتا رہا۔ کہ حدیث نبوی کی کے حجت ہونے اور احادیث بخاری ومسلم کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کی نسبت قطعی جواب دو اور فضول باتوں سے تعرض چھوڑ دو تو اپنی تحریر ہشتم میں میرے سوال کا مضمون بایں الفاظ ادا بھی کیا کہ آپ کا سوال جو اس تحریر اور پچھلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے یہ ہے کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم صحیح واجب العمل ہیں یا غیر صحیح و ناقابل عمل ہیں مگر پھر بھی اسکا صاف اور قطعی جواب نہ دیا اور بہت ہی فضول باتوں کے ضمن میں اسقدر اعتراف کیا کہ مینے کسی حدیث بخاری ومسلم کو ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا بلکہ اگر کسی حدیث کو مینے قرآن کریم کے مخالف پایا تو خدا تعالیٰ نے تاویل کا باب مجھپر کھولدیا۔ الغرض میری تحریر سے چھٹی تحریر تک آپ دو شرطوں کی ٹانگ پہنسا کر ناحق الجھتے اور ادہر اُدہر بھاگتے رہے۔ ایک شرط (یا ٹانگ) یہ کہ حدیث کے معنے کو قرآن کی کسوٹی پر لگایا جاویگا۔ جس حدیث کے معنے قرآن کے موافق ہونگے اسکو صحیح سمجھکر قبول کیا جاویگا جسکے معنے مخالف قرآن ہوں گے اسکو غیر صحیح قرار دیکر رد کیا جاویگا۔

دوسری شرط (یا ٹانگ) یہ کہ اگر تعامل (لوگوں کا عمل) مضمون حدیث کے مطابق پایا گیا اور اس کا مؤید وشاہد ہوا تو وہ حدیث صحیح مانی جاوے گی۔ نہیں تو نہیں۔ آپکی اس الجھاؤ دگر پیر کے ساتھ خاکسار نے اصل سوال کہ احادیث صحیحین ان شرطوں کے مطابق صحیح ہیں یا نہیں کے جواب دینے پر مجبور کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے جو بحکم والعاقبۃ للمتقین والحق یعلو ولا یعلے بالآخر حق کو غالب کرتا ہے۔ آخر

تحریر ہفتم میں اسکی قلم سے یہ اعتراف نکلوا دیا کہ احادیث کے دو حصے ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آگیا ہے یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی لازمی سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہونچا دیا ہے جس میں تمام

ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں سو ایسی حدیثیں تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کو پہنچ گئی ہیں۔ لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راستگوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھکر خیال نہیں کرتا اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں۔ اسکے بعد اس تحریر میں آپ سے یہ لکھوا دیا ہے میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے ظن کی حالت میں ہیں

ان تحریرات کے مندرجہ اعترافات سے اس الجھاؤ کی پہلی ٹانگ (شرط توافق مضمون احادیث بمضمون قرآن) ٹوٹ گئی اور آپ کے اعتراف سے ثابت ہوا کہ جن احادیث صحیحہ کے مضمون پر مسلمانوں کا تعامل پایا گیا ہے وہ قرآن کے کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہیں اب بھی اسکی دوسری ٹانگ (شرط عمل) سو اسکو توڑنے کے لیے خدا تعالی نے آپکی قلم سے تحریر ہشتم میں لفظ متعامل کے ساتھ لفظ متوارث بھی نکلوا دیا جو عمل کے علاوہ اعتقاد کو بھی شامل ہے۔ وہذا ان احادیث کا جنکے مضمون کے مطابق کسی مسلمان کا عمل پایا نہیں جاتا۔ بلکہ صرف انکے حکم کے مطابق انکا اعتقاد رکھنا پایا جاتا ہے۔ جیسے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث یا وشم (جسم کو گودنے) کی ممانعت کی حدیث احادیث متعاملہ و متوارثہ میں داخل ہونا اس سے تسلیم کرا دیا۔ چنانچہ تحریر ہشتم میں آپنے کہا ہے۔ کہ احادیث کے دو حصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں آگیا ہے یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے اور انکی راستگوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں سو اگرچہ میں صحیحین کی حدیثوں کو اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالف آیات صریحہ و بینہ قرآن ان کو صحیح سمجھ سکوں لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں + + + سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنے ہیں + + +

سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث مانحن فیہ سے خارج ہیں۔

اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور آمرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں اور علیٰ قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ داخل رہی ہیں۔ وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا ہیچ ٹھہرانے کی ضرورت ہے اور اگر ان کے ذریعے کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو ہمکو اس سے انکار نہیں +++ وہ تمام حدیثیں بغیر اسکے کہ قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں مگر ایسی حدیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں۔ اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں وہ یہی واقعات اخبار وقصص ہیں جو تعامل کی تاکید کے سلسلے سے باہر ہیں +++

پھر اسی تحریر ہشتم میں کہا ہے۔ اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں جس طرح سارے مسلمان احکام اسلام مثبتہ قرآن کریم واحادیث صحیحہ وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں اسی طرح میں جانتا ہوں صرف بعض اخبار گذشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جسکو قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنے نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں۔ جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہوں اور اگر آپکو یہ امر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی کیا کسی چیز کا حرام یا حلال کرنا احکام میں نہیں ہے اور کیا احکام اکل وشرب تعامل الناس سے باہر ہیں۔ اور پھر آپنے لعنت علی الواشمات والمستوشمات کی بھی حدیث پیش کر دی آپکو خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں جن کے لیے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں جن امور کی مواظبت ومداومت بلافتور واختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں اور جس قدر اسکا

اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ بسبب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ ہیں مثلاً رفع یدین وعدم رفع یدین دونوں طور کا تعامل چلا آتا ہے ان دونوں سے جو تعامل قرن اول سے آجتک کثرت سے پایا جاتا ہے اسکا درجہ زیادہ ہوگا اور باایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ ان دونوں عملوں کے تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفت قرات کی طرح اداے صلوۃ میں رفع تکلیف امت کے لیے وسعت دیدی ہوگی۔"

ان آخری عبارات میں جو آپ نے لفظ سنن متعاملہ کے ساتھ لفظ متواترہ بھی لگا دیا ہے اور لفظ عاملین کے ساتھ لفظ آخرین بڑھا دیا ہے اور سب سے آخری عبارت میں اختلافی تعامل جو باہم متخالف احادیث میں پایا جاتا ہے (جیسے احادیث رفع یدین وعدم رفع ہیں) بھی معتبر رکھا ہے اور ایسی احادیث کو بھی احادیث متعاملہ متواترہ میں داخل کردیا ہے اور پھر احادیث متضمنہ حرمت حمار وحرمت وشم (یعنی بدن گودنے) کا جو صرف اعتقاد کے متعلق ہیں نہ کسی عمل کے مثبت اور موجب سنن متعاملہ متواترہ میں داخل ہونا تسلیم کرلیا ہے اس تفصیل وتعمیم نے دوسری ٹانگ (شرط عمل) کو بھی توڑ دیا ہے۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہدیا ہے کہ جن احادیث اعتقادیہ کے ارشاد سے آنحضرت صلعم کا مقصود کوئی عمل کرانا نہیں بلکہ صرف مسلمانوں کے خیال میں انکے مطابق اعتقاد جمانا مقصود ہے اور یہ منظور ہے کہ مسلمان ان کے مضمون پر یقین رکھیں اور انکے مطابق اعتقاد اختیار کرلیں اور وہ احادیث سنی مسلمانوں میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ بلا اختلاف متواتر شدہ چلی آئی ہے اور ہر خلف نے اپنے سلف سے انکا ورثہ پایا ہے اور ان احادیث کے متعلق آمرین کا امر سلف سے لے کر خلف تک ایسی تاکید شدید سے بلا اختلاف برابر چلا آیا ہے کہ اسکی نظیر عملی احادیث اختلافی میں پائی نہیں جاتی وہ احادیث اعتقادیہ سب کے سب بلا استثنا احادیث متعاملہ متواترہ میں داخل ہیں اور قطع ویقین کے ساتھ واجب التسلیم والاعتقاد ہیں بغیر اسکے کہ قرآن سے آزمائی جاویں۔

آگئی ایں جمہوری پکار سے جملہ وہ احادیث صحیحین جن میں حضرت مسیح کی آمد اور علامات کا ذکر ہے۔ اور ایسے ہی احادیث متعلقہ آمد مہدی وخروج دجال (جن کو آپنے تعامل کی قید لگا کر بخیال خود احادیث متعاملہ سے نکالنا چاہا تھا) وہ سب کے سب احادیث متعاملہ ومتوارثہ میں داخل ہوگئیں کیونکہ وہ احادیث سنی مسلمانوں میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ بلا اختلاف متوارث چلی آئی ہیں۔ ہر خلف نے اپنے سلف سے ان احادیث کا ورثہ پایا ہے۔ چھوٹی سے بڑی اور نئی سے پرانی کتاب حدیث وتفسیر وعقائد سنیوں کے ایسے نہ پاؤگے جس میں حضرت مسیح وامام مہدی ودجال کی آمد کے تسلیم کے متعلق ہدایت اور تاکیدی امر آمرین پایا نہ جاتا ہو۔ اور خاصکر امام مہدی کی آمد کے متعلق احادیث کے تسلیم وتوارث وتاکیدی امر میں شیعہ بھی سنیوں کے ہم اتفاق وہمصفیر ہیں۔ اسلئے آپکا احادیث متعلقہ آمد مسیح کو احادیث متعاملہ سے خارج کرنے اور پھر احادیث متعاملہ کے ساتھ لفظ متوارثہ اور لفظ عاملین کے ساتھ لفظ آمرین کہکر ان احادیث کو احادیث متوارثہ متعلقہ امر آمرین میں داخل کردینے پر یہ مثل صادق آتی ہے فرّ من المطر وقام تحت المیزاب۔ اور یہ مصرعہ مرا خواندی و خود بدام آمدی۔

بالجملہ آپکے اعترافات تحریر ہشتم ونہم سے صاف ثابت ہوگیا کہ احادیث صحیحین جو مسلمانوں کے توارث میں آگئی ہیں اور جنکے متعلق امر آمرین ثابت ہوچکا ہے ایسی صحیح وقطعی الصحت ہیں کہ انکو بغیر اسکے کہ قرآن سے آزمائی جاویں صحیح تسلیم کرنا واجب ہے

اور اصل دوم وسوم آپکے مسلمہ اصول ہیں فالحمد للہ الذی اجری علیٰ لسان القادیانی

ما فرضنا۔ اپنی تحریر ہشتم سنانے کے بعد آپنے مجلس مناظرہ سے فرار اختیار کیا بلکہ اسکے بعد دنیا ہی سے کوچ کیا مگر اپنی تحریرات میں ہمارے پیش کردہ اصول کو مان لیا جو آپکی امت کے لیے بمنزلہ اصول موضوعہ قرار پائیں اور اسوقت اثبات حیات وآمد مسیح علیہ السلام کے لیے ہمارے کام آئیں اور آیندہ بھی ہمیشہ مسلمانوں کے لیے مرزائیوں کے مباحثہ ومقابلہ میں کارآمد حجت بن سکیں۔ اور غالباً یہی آپکو کھٹکا ہوگیا ہوگا جسکی وجہ سے آپنے مباحثہ سے فرار اختیار کیا بالجملہ ہمارے پیش کردہ اصول سے کتاب اللہ وسنت

رسول کا حجت (سند لائق دستاویز) ہونا تو آپکے صریح الفاظ میں پایا جاتا ہے اور جملہ احادیث صحیحین کا صحیح و لائق سند ہونے کا اعتراف آپکی آخری تحریر کے الفاظ (الفاظ متواترہ د آمرین وغیرہ) کا مفہوم و مضمون ہے اور یہ اعتراف آپکے منطوق کلام و صریح الفاظ سے بھی پایا جاتا ہے۔

آپ اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں یہ الفاظ مشتہر کر چکے ہیں "میں احادیث صحیحین کو بسر و چشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں"

آپکا یہ اعتراف آپکی دیگر تالیفات ازالہ اوہام وغیرہ میں پایا جاتا ہے اس سے بڑھکر ایک تعجب انگیز اور حیرت خیز دلیل ثبوت اعتراف صحت احادیث صحیحین پر آپکی اور آپکی کل امت کیجانب سے حاضرین و سامعین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اسکو ملاحظہ فرما کر اہل انصاف داد دیں کہ پھر آپکا مباحثہ لودہانہ میں صحت احادیث صحیحین کا اعتراف نہ کرنا اور فضول باتیں خارج از بحث پیش کر کے جانبین کے تین سو اڑتالیس تحریر مباحثہ سیاہ کرانا ناخدا ترسی اور ہٹ دھرمی اور ضد نفسانی اور جہلاء عوام کو دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے

## وہ دلیل یہ ہے

کہ آپ اور آپکی کل امت احادیث صحیحین متعلقہ آمد حضرت مسیح ابن مریم و آمد حضرت امام مہدی و خروج دجال و یاجوج و ماجوج وغیرہ کی یہ تاویلیں کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم سے خود بدولت مراد ہیں اور نزول ابن مریم سے آپکا قادیان میں پیدا ہونا اور ٹھہرنا مراد ہے اور منارہ مشرقی دمشق سے جسکے قریب حضرت مسیح نازل ہونگے وہ منارہ مراد ہے جس کو آپنے خود قادیان میں تعمیر کرایا ہے اور دمشق سے قادیان مراد ہے اور مہرودتین (دو چادر زرد) سے جو حضرت مسیح کا بوقت نزول لباس ہوگا وہ دو بیماریاں مراد ہیں جو آپکے دامنگیر رہتی ہیں اور ملکین سے جن کے بازوؤں پر ہاتھ رکھکر حضرت مسیح اتریں گے آپکے دو حواری (جن کے کندھے پر آپ ضعف بیماری کیوجہ سے ہاتھ رکھکر سیر کیا کرتے ہیں) مراد ہیں۔ اور دجال سے جو حضرت مسیح کے وقت میں خروج

کرے گا۔ پادری لوگ یا دنیا پرست علماء مراد ہیں جو آپکی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے (جسپر خود بدولت بھی سوار ہوا کرتے تھے) اور یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں وعلے ہذا القیاس۔ اور یہ بات ظاہر ہے اور آفتاب سے روشن تر وباہر ہے کہ تاویل فرع تسلیم وقبولیت صحت ہے۔ آپنے ان سب احادیث کو صحیح مان لیا تب ہی انکے معانی کی بیتاویلیں کیں اگر آپ ان احادیث کو صحیح اور واجب التسلیم الاعتقاد نہ مانتے تو صاف صاف یہ کہدیتے کہ یہ سب احادیث موضوع یا ضعیف ہیں انکو صحیح نہ ماننا اور از خود انکا کوئی مطلب ومضمون مراد قرار دیکر انکے مطابق اعتقاد ٹھہرالینا مومن متبع شریعت کا کام نہیں اور اگر آپ ایسا کہتے تو پھر آپ مسیح موعود اور مہدی مسعود نہ کہلا سکتے اور جاہل مسلمانوں کا لاکہوں روپیہ خرد برد نہ کرسکتے اور ڈہائی اینٹ کی علیحدہ مسجد بنا کر دس کروڑ مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر اپنا مشن اور نبوت کا سلسلہ قائم نہ کرسکتے جبکہ یہ سارا کھیل وتماشا ان احادیث کے معنے بگاڑکر انکی صحت تسلیم کرنے کا صدقہ وظہور ہے تو پھر ان احادیث کی صحت کا صاف الفاظ میں اعتراف نہ کرنا احسان فراموشی بلکہ نمک حرامی اور مثل مشہور نمک خوردن ونمکدان شکستن کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر آپ کا یہ خیال تھا جیسا کہ آپکی شروط سے مفہوم ہوتا ہے یا آپکی امت سے کوئی یہ دعوے کرے کہ ان احادیث کو ہم ان ہی معنے اور تاویلات سے صحیح مانتے ہیں اور اگر یہ معنے ان احادیث کے مسلم نہ ہوں تو پھر ان احادیث کو صحیح نہ مانیں گے موضوع کہدیں گے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایسا کہنا دو متنافی باتوں کا قائل ہونا ہے اور دو ضدوں کو جمع کرنا جسپر کوئی عاقل سلیم الحواس ذی ہوش جرأت نہیں کرسکتا۔ صحت الفاظ حدیث کو تسلیم کرنا تحقق شروط واصول روایت پر مبنی ہے جن کو آپ اپنی تحریر پنجم میں بیان کرکے ظاہر قرار دیکر تسلیم کرچکے ہیں اور ان شروط کو معانی حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے اور معانی الفاظ حدیث وقرآن بلکہ تمام انسانی کلام کو قبول کرنا اصول درایت پر مبنی ہے جن کو شروط صحت روایت الفاظ سے کوئی تعلق نہیں اور وہ اصول کسی خاص شخص یا قوم یا زبان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام دنیا کے

مرزا کا تیسرا اصول

جملہ مذاہب اور سبھی ملکوں اور تمام زبانوں (عربی- فارسی- ہندی- انگریزی) میں ایک
ہی وہ اصول ہے جو مینے اپنے پیش کردہ اصول سے نویں نمبر پر پیش کیا تھا اور حکیم
صاحب نے اسکو مان لیا تھا کہ حقیقت مجاز سے مقدم ہوتی ہے مجازی معنے کسی کلام
کے ترک کر کے تاویلی معنے تب ہی اور اس صورت میں جبکہ حقیقی معنے مراد ہونا متعذر
ثابت ہوگا. بنآءً علیہ کسی حدیث کے کوئی تاویلی معنے کرنے کا نہ انکو اختیار ہے نہ کسی اور کو.
جس حدیث کے معنے میں آپنے تاویل کی اسکی صحت تو آپنے مان لی اور جو حقیقی معنے کے ممکن
ہونے کے ساتھ آپنے اسمیں تاویل کی وہ اس یونی ورسل (تمام دنیا کی مسلّم) قاعدہ کے
حکم رد کیجاویگی اور آپکی یہ بات کہ اگر ہماری تاویل کو نہ مانا جاویگا تو ہم اس حدیث کو
صحیح نہ مانیں گے ایک مجنون کی بڑ یا کسی فاتر الحواس کی بکواس سمجھی جاکر بحکم کالائی بپیدائش
خاوند واپس ملیگی- اس دلیل کو چشم بینا سے دیکھکر- اور عقل و فہم رسا- سے سمجھکر آپ
کی جماعت کو ماننا پڑیگا کہ ان احادیث میں تاویل کر کے آپ لوگوں نے ان احادیث
کو صحیح تسلیم کر لیا ہے اس تسلیم سے تیسرا اصول آپ لوگوں کا مسلمہ اصول بن گیا-
یہ اصول ثلثہ کے مسلم ہونے کا مرزا قادیانی اور اسکی تمام امت کے قول و فعل سے ثبوت
ہے ان اصول ثلثہ پر آپنے کچھ اضافہ بھی فرمایا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے-
تحریر پنجم میں آپنے فرمایا ہے کہ میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کیطرح نہیں ہے کہ میں
عقل کو مقدم رکھکر قال اللہ قال الرسول پر نکتہ چینی کروں- ایسی نکتہ چینی کرنیوالوں
میں ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج جانتا ہوں اور نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں-
اس اضافہ میں آپنے ایک چوتھا اصول قائم کر دیا ہے کہ جو امر نصوص کتاب و سنت
سے ثابت ہو جاوے اسکے رد و تاویل میں اعتراضات عقلیہ و طبعیہ پیش کرنا نیچریوں و

مرزا کا چوتھا اصول

ملحدوں دائرہ اسلام سے خارجوں کا کام ہے یہ اصول آپکے اور آپکی امت کے ان
اعتراضات عقلیہ کے جو حضرت مسیح کے آسمان کیطرف اٹھائے جانے پر آپ لوگ کیا کرتے
ہیں کہ کرۂ ہوا کے اوپر کسی جاندار کا جانا ممکن نہیں اور اسقدر عرصہ تک حاجات بشریہ سے
معطل رہکر زندہ رہنا محال ہے توڑ آلہ اور مضبوط حربہ تیار ہو گیا ہے ہمارے اصول

ثالثۃ اور اپنے اصل رابع کی تسلیم کے بعد مرزا قادیانی کے فرار در موت نے ہمکو اس جماعت کے مباحثہ سے مایوس کر دیا تھا کہ ناگاہ ان ایام میں آپکے تابعین سے ایک صاحب مولوی عبد الرحیم صاحب گنگی نے للکاد کہا یا اور بقول اگر پدر نتو اند پسر تمام کند پر عمل پیرا ہوکر بہ تمہید اصول حیات مسیح پر مباحثہ کرنا چاہا اور ایک رسالہ القول العجیب میں مباحثہ قائم کیا ہے اس رسالہ میں آپنے پہلے تین مقدمے قائم کیے ہیں پہلے مقدمے میں یہ دعوے کیا ہے کہ جن احادیث میں نزول ابن مریم کا ذکر وارد ہے انمیں لفظ ابن مریم سے اسکے حقیقی معنے ابن مریم مراد نہیں بلکہ مجازی معنے بطور استعارہ حضرت ابن مریم کا مثل ومشابہ مراد ہے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور اسپر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جہاں معنے حقیقی متعذر ہوں وہاں معنے مجازی مراد لینا چاہیے پھر اس مقدمہ اور اسکی دلیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب متعدد آیات قرآن اور احادیث نبویہ سے حضرت عیسے علیہ السّلام کی وفات ثابت ہے تو پھر لفظ ابن مریم سے اس کے حقیقی معنے حضرت عیسے علیہ السّلام مراد قرار دینا اور وفات یافتہ انسانوں کو آسمان سے اتارنا برخلاف اصول وسراسر جہالت فضول ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ قائم کیا ہے کہ لفظ نزول جو ابن مریم کے حق میں وارد ہے یہ قرآن اور حدیث میں متعدد معنے میں مستعمل ہوا ہے (۱) آسمان سے نزول (۲) پیدائش (۳) بعثت (۴) کسی جگہ زمین پر اترنا (۵) ٹھہرنا (۶) قیام کرنا وغیرہ۔ پھر حدیث نزول ابن مریم میں اس نزول کے خاصکر آسمان سے اترنیکے معنے مراد ٹھہرانا دلیل سے چاہیے۔ جو پائی نہیں جاتی کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا کہ ابن مریم آسمان سے اتریں گے اس مقدمہ کے ثبوت وتائید میں مولوی گنگی صاحب چند آیات اور حدیث تو لائے ہیں جن میں یہ متعدد معنے پائے جاتے ہیں۔ مگر اس مقدمہ سے استدلال کرنے اور اس استدلال سے نتیجہ نکالنے میں جو دونوں ہنوز منزل مطلب شعر در بطن شاعر کا مصداق ہیں ان کو اصول فقہ کا حوالہ دینا بھول گیا اور یہ قاعدہ اصول بیان کرنا یاد نہ رہا کہ جو لفظ متعدد المعنے ہوتا ہے اس سے بعض معانی کا مراد لینا کسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو اس معنے کو

دوسرے معنی پر ترجیح دی (چنانچہ تلویح صفحہ ۲۰ وغیرہ میں ہے)

مولوی گنگی صاحب کیطرف سے یہ قاعدہ ہم نے بیان کر دیا ہے جو مولویصاحب کے استدلال میں (جو مطلب شعر در بطن شاعر کا مصداق ہے) کارآمد اور اسکا موقوف علیہ ہے۔ تیسرا مقدمہ یہ قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح کی نسبت جو لفظ رفع قرآن مجید میں وارد ہے۔ یہ بھی لفظ نزول کی طرح متعدد المعنی ہے رفع جسمانی پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اور رفع روحانی پر ہوتا ہے۔ اور چونکہ رفع جسمانی مسیح کا آسمان کیطرف محال ٹھہرا۔ اور قرآن و حدیث کے نصوص محکمہ اس سے مانع ہوئے تو بجز اسکے کہ رفع روحانی مراد لیا جاوے اور کیا چارہ ہے۔ اس مقدمہ کی یہ تقریر بھی جو ہم نے تحریر کی ہے آپ سے ادا نہیں ہو سکی۔ آپنے اس تقریر کو بھی در بطن قائل رکھا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے جو ہم نے آپکے الفاظ سے (جن پر خط لگایا گیا ہے) نقل کیا ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح کے آسمان کیطرف رفع جسمانی کا محال ہونا ایک مسلم امر نہ تھا بلکہ محتاج ثبوت و دلیل تھا۔ لہذا اسکے محال ہونے پر پہلی تو آپنے (یہ عقلی و نیچری دلیل قائم کی ہے (اگر اسکا جدا نمبر نہیں لگایا) کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا اپنے خاکی جسم کو (جو کھانے پینے۔ پیشاب و پاخانہ کے محتاج اور تغیر و تبدل کا محل ہے) آسمان پر لیجانا برخلاف عقل و قیاس ہے۔ اور از آدم تا ایندم تجارب صحیحہ کے برخلاف ہے۔ اس کے بعد آپنے تین استدلال نقلی پیش کئے ہیں۔

## اول استدلال قرآنی

اسمیں آپنے ایک آیت والعمل الصّالح یرفعہ نقل کی ہے۔ اور اسکے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالی اعمال صالحہ کو بلند کرتا ہے یعنی درجہ قبول عطا فرماتا ہے۔

دوسری آیت ورفعناہ مکاناً علیاً جسکے معنے یہ بیان کئے ہیں کہ ہم نے ادریس علیہ السلام کو بلند مکان پر اٹھا لیا۔ پھر کہا کہ حضرت ادریسؑ کا جسم آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ ایسا ہوتا تو مسلمان ان کے نزول کے قائل ہوتے۔ حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں۔

تیسری آیت ولو شئنا لرفعناہ بہا۔ جس کے معنے یہ بیان کئے ہیں کہ ہم چاہتے تو بلعم بن باعورا کے ان آیات کی برکت سے جو خدا نے اسکو دی تھیں مدارج بلند کرتے۔

چوتھی آیت فی بیوت اذن اللہ ان ترفع۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے مسجدوں کو عزت دینے کا حکم دیا ہے۔

پانچویں آیت فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ جسکے معنے یہ ہیں قرآن ان اوراق میں مکتوب ہے جو عزت والے اور بلند درجہ ہیں۔ یہ آیات ان معنے کے رُو سے جو مولوی کُنگی صاحب نے کئے ہیں یا ہم نے بیان کئے ہیں انکی اس مدعا کی مثبت نہیں کہ آسمان کیطرف رفع جسم محال ہے بلکہ دوسری آیت رفع جسم کی مجوّز بھی ہوسکتی ہے۔ جسکی تفصیل استدلال اوّل کے جواب میں ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ

## دوسرا استدلال حدیثی

اِسمیں ایک حدیث آپنے نقل کی ہے۔ ویرفع العلم جس میں علم کے اٹھائے جانے کا ذکر آیا ہے۔ دوسری حدیث یرفعک اللہ یاعم جسمیں حضرت عباس کو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اے چچا خدا تعالیٰ تجھے یعنی تیرا درجہ بلند کرے گا۔

تیسری حدیث من تواضع للہ رفعہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے فروتنی کرتا ہے خدا اسی کو یعنے اُسکا درجہ بلند کرتا ہے۔ چوتھی حدیث وارفعنی واجبرنی یعنی جلسکی دعا جس میں سکھایا ہے کہ خدایا مجھے یعنی میرا درجہ بلند کر۔

اِن احادیث اربعہ سے بھی مولوی کُنگی صاحب کا مدعا کہ رفع سے رفع جسمانی مراد ہونا محال ہے۔ ثابت نہیں ہوتا۔ کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ ان احادیث میں لفظ رفع سے رفع غیر جسم مراد ہے۔ مگر تعجب اور نہایت تعجب ہے کہ ان دونوں استدلال کے بعد آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رفع جسمانی محال ہے۔

## تیسرا استدلال لغوی

اس استدلال میں آپنے کمال ہی غضب کیا۔ اور بڑا ستم ڈھایا ہے۔ جو عبارت آپنے ان کتابوں سے نقل کی ہیں ان میں سے کسی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ درصورتیکہ رفع کا صلہ اِلیٰ آوے تو رفع سے بجز تقرب و رفع درجات اور معنے مراد نہیں ہوتے۔ اور رفع جسمانی اس کے مراد نہیں لیا جا سکتا۔ جو دو عبارتیں آپنے نقل کی ہیں انمیں ایک عبارت لسان العرب کے الفاظ یہ ہیں الرفع ضد الوضع ومن اسماء اللہ تعالیٰ الرافع ھو الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد و اولیائہ بالتقرب قال الزجاج انہ یخفض اھل المعاصی ویرفع اھل الطاعۃ والرفع تقریبک الشئ بشئ وفی التنزیل وفرش مرفوعۃ ای مقربۃ لھم ومن ذالک رفعتہ الیٰ

السّلطان ویقال نساء مرفوعات مکرمات - اور دوسری عبارت صراح کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں - رفع نزدیک گردانیدن کسے را بکسے وصلتہ بالی ومن ذلک قولھم رفعتہ الی السّلطان -

ان دونوں عبارتوں میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ رفع کے معنے رفع جسم کے نہیں ہوتے بلکہ صراح اور لسان العرب سے جو آپنے محاورہ رفعتہ الی السلطان نقل کیا اسمیں رفع جسمانی پر صاف تصریح ہے - جس شخص کو بادشاہ کا تقرب ہوتا ہے اور اس کے حق میں رفعتہ الے السّلطان بولا جاتا ہے - اسکے جسم ہی کو بادشاہ کے حضور میں دخل یا بالی کا شرف حاصل ہوتا ہے نہ صرف اس کے خیالات و اوصاف کو - اور جس شخص کا صرف ذکر خیر و وصف بادشاہ کی مجلس میں پہنچے اور بادشاہ اسکی غائبانہ تعریف و عزّت کرے اسکی نسبت کوئی شخص نہیں کہہ سکتا رفعتہ الی السّلطان - قاموس وغیرہ کی عبارت کو آپنے اس مقام میں اس لئے نقل نہیں کیا کہ اسمیں صاف اور صریح طور پر رفع کا اطلاق رفع جسمانی پر ہوا ہے - اسمیں بذیل الفاظ رفعہ کے کہا ہے رفع القوم اصعدوا فی البلاد والزرع حملوہ بعد الحصاد الی البیدر وفرش مرفوعۃ ای بعضھا فوق بعض ومنہ رفعتہ الی السّلطان - ان تینوں محاوروں میں رفع جسم پایا جاتا ہے - قوم کا شہروں میں جانا رفع جسم سے ہوتا ہے - کھیتی کو کاٹ کر کھلیان میں اٹھاکر لیجانا جسم ہی سے ہوتا ہے پھر معلوم نہیں کہ کشمی صاحب نے ان محاورات سے آنکھ بند کر کے کیوں یہ دعوے کیا کہ ان کتابوں میں بجز رفع درجات کے کوئی معنے رفع کے بیان نہیں کئے - اس تصرف بیجا اور سرقہ ناروا پر کشمی صاحب کا دعوے علمیت اور روح القدس کی تائید و معیت کا کمال افسوس کا محل ہے - یہ آپکے متمسکہ کتب لغت سے لفظ رفع کے معنے جسمانی کا ثبوت ہے - اب اس سے بڑھکر اور کتب لغت سے معنے رفع جسمانی کا ثبوت سُنو - المصباح المنیر میں بطور قاعدۂ کلیہ کے بیان کیا ہے - فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکت والانتقال وفی المعانی علیٰ ما یقتضیہ یعنی لفظ رفع کا استعمال اگر اجسام میں ہو تو اسکے حقیقی معنے انتقال اور حرکت جسمانی کے ہیں اور اگر اجسام کے علاوہ معانی میں استعمال ہو تو حسب مقتضائے مقام ویسے معنے مراد لیئے جائیں گے - لیجئے کشمی صاحب! یہ قطعی فیصلہ لغوی ہے - اگر مصداق لفظ مسیح میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم بھی داخل ہے جس سے

کوئی ذی ہوش عاقل مسلم ہو یا کافر انکار نہیں کرسکتا تو اس کا لغت نے فیصلہ کردیا ہے کہ رفع مسیح کے حقیقی معنے حضرت مسیح کا جسم مع الروح اٹھایا جانا ہے اور وہ معنے اسی وقت اور اسی حالت میں مہجور و متروک ہونگے جبکہ ان حقیقی کے معنے مراد نہ ہونے پر آپ کوئی دلیل قائم کریں گے و دونہ خرط القتاد۔

گنگی صاحب کے مقدمات ثلثہ اور مقدمہ ثالثہ پر ان کو استدلالات ثلثہ (قرآنی و حدیثی و لغوی) کا بیان ہم نے اس پیرائے سے کیا ہے کہ اس سے ان مقدمات کا لغو اور فضول ہونا اور استدلالات کا ناتمام و نامعقول ہونا ثابت ہوگیا۔ کسی صاحب علم کے آگے انکی لغویت و نامعقولیت ثابت کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہی تاہم عام لوگوں کی فہمائش کے لئے ہر ایک مقدمہ اور ہر ایک استدلال کا جواب دیا جاتا ہے۔ جس سے ان مقدمات کا لغو اور فضول ہونا اور ان استدلالات کا ناتمام و غیر مثبت مراد ہونا ہر کسی پر ظاہر ہو۔

پہلے مقدمہ کا جواب

پہلے مقدمہ میں جو گنگی صاحب نے اصول فقہ کا قاعدہ بیان کیا ہے کہ جہاں حقیقی معنے کا مراد ہونا متعذر ہو وہاں مجازی معنے مراد لینے چاہئیں۔ یہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے اور یہ ہمارے ممہد اصول سے تیسرا اصول ہے۔ مگر یہ اصول آپکیلئے اسی صورت میں مفید و کارآمد ہوسکتا ہے جبکہ آپ حضرت مسیح کا فوت ہونا ثابت کریں جو ابتک آپ سے نہیں ہوسکا لہذا اس مقدمہ کی تمہید آپکیلئے محض لغو اور فضول ہے۔

جواب مقدمہ ثانیہ

مقدمہ ثانیہ میں جو آپنے بیان کیا ہے کہ لفظ نزول کثیر المعنے ہے یہ بھی ہمارے نزدیک مسلم ہے مگر جو اس سے گنگی صاحب نے استدلال کیا ہے اسکی بناء جس اصول پر ہے وہ نہ انکو سوجھا اور نہ انہوں نے بیان کیا وہ اصول ہم نے کتاب تلویح سے نقل کیا ہے کہ لفظ متعدد المعنی سے بعض معنی کا مراد لینا کسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو اس معنی کو دوسرے معانی پر ترجیح دے۔ اب چونکہ گنگی صاحب نے اس مقدمہ میں اس اصول کو بیان ہے اور نہ کسی دلیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ نزول حضرت مسیح سے نزول غیر جسمانی مراد ہے لہذا اس مقدمہ کی تمہید ان کیلئے محض عبث و فضول ہے۔

جواب مقدمہ ثالثہ

اس مقدمہ میں جو رفع کا کثیر المعنی ہونا بیان کیا ہے اس سے بھی ہم کو اتفاق ہے مگر جو اس مقدمہ سے گنگی صاحب نے نتیجہ نکالا اور کہا ہے کہ چونکہ رفع جسمانی مسیح کا آسمان کی طرف محال

ٹھہرا ہے تو اس سے بجز اس کے کہ رفع روحانی مراد لیا جائے کوئی چارہ نہیں ہے یہ محض مغالطہ ہے۔ ککنی صاحب نے اسوقت تک یہ ثابت نہیں کیا کہ مسیح کا رفع جسمانی آسمان کیطرف محال ہے اس وجہ سے اس مقدمہ کی تمہید بھی انکے لئے عبث وفضول ہے۔ اپنے خیال میں جو ککنی صاحب نے رفع روحانی مسیح کے مراد ہونے اور رفع جسمانی کے محال ہونے پر چار دلیلیں پیش کی ہیں ایک عقلی اور تین نقلی۔ ان دلائل سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکو نہ اصول فقہ میں دخل ہے اور اس کی کتابوں میں نظر۔ نہ قرآن وحدیث سے خبر اور نہ منطق وغیرہ علوم عقلی میں کچھ مداخلت۔ اس رسالہ میں جو کچھ ان کی قلم سے نکلا ہے وہ سنی سنائی باتوں کا مجموعہ وذخیرہ ہے۔ دیگر ہیچ۔ پہلی دلیل عقلی جو انہوں نے پیش کی ہے اسکے جواب میں ان کے امام ومرشد قادیانی کا قول پیش کرنا کافی ہے جو مناظرہ لدھیانہ کی تحریر نہم میں انکی قلم سے نکل چکا ہے۔ اور وہ رسالہ الحق اور رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں منقول ہے۔ اور اس مضمون میں بھی صفحہ ۱۶۸ میں نقل ہو چکا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"میرا مذہب فرقہ نیچریہ کی طرح نہیں کہ میں عقل کو مقدم رکھکر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنیوالوں کو ملحد دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

اور سرمہ چشم آریہ صفحہ ۴۰ میں آپنے معجزہ شق القمر پر اس قسم کے اعتراضات کرنیکو بے حیائی اور بے ایمانی قرار دیا ہے*۔ اس سے ککنی صاحب کی عقلی دلیل کافور اور ہباءً منثورا ہوئی اور منجملہ استدلالات ثلثہ نقلیہ پہلی دلیل قرآنی کا جواب یہ ہے کہ جو آیات آپنے اس استدلال میں نقل کی ہیں ان سے جو ثابت ہوتا ہے وہ صرف اسیقدر ہے کہ لفظ رفع کا اطلاق ان آیات میں غیر جسمانی رفع پر قرآن میں ہوا ہے۔ جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ ان آیات سے رفع جسمانی کا محال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ککنی صاحب کا ان آیات کو رفع جسمانی کے محال ہونے پر دلیل ٹھہرانا اس امر کی دلیل ہے کہ ککنی صاحب کو نہ قرآن سے مس ہے نہ عقل وفہم سے کچھ حصہ۔

یہی آپ کے دوسرے استدلال حدیثی کا جواب ہے۔ کسی حدیث سے منجملہ احادیث متمسکہ ککنی

* اصل عبارت رسالہ طبع سویم یہ ہے:- "دانا شریف حکیم اس بات کو بے شرمی وگستاخی سمجھتے ہیں"

صاحب یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رفع جسمانی محال ہے۔ اور آیات واحادیث متضمنہ ذکر رفع حضرت مسیح میں رفع جسمانی مراد لینا ناجائز ہے۔ ان احادیث سے کٹکی صاحب کا استدلال ان کے جنون اور دماغی اختلال کی دلیل ہے۔ وبس۔

تیسرے استدلال کا جواب تو آپکے استدلال ہی میں موجود ہے۔ صراح اور لسان العرب سے جو محاورہ آپنے نقل کیا ہے رفعتہ الی السلطان یہ رفع جسمانی کا مثبت ہے نہ رفع روحانی کا اور محاورہ قاموس اور نقل المصباح المنیر نے تو صاف اور قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جب رفع کا استعمال اجسام میں ہو تو اسکے حقیقی معنے انتقال و حرکت جسمانی کے ہوتے ہیں۔

پھر معلوم نہیں کہ کٹکی صاحب نے (استدلال لغوی) کا لفظ ہی مُنہ یا قلم سے کیوں نکالا۔ اور اس استدلال کو پیش کرنیکے وقت عقل اور فہم و شرم وحیا سے کیوں کام نہ لیا۔ اور اس باعی مشہور کا کیوں لحاظ نہ کیا سے آنانکہ چشم بر گل واکنند + از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند در مبحثے کہ غیر خموش علاج نیست + بر ہرزہ ہست تکیہ چون وچرا کنند +

ہم نے کٹکی صاحب کی شروع کلام میں لفظ اصول و استدلال کو دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ اثبات وفات وعدم حیات مسیح علیہ السلام میں آپنے کچھ عقل و علم اصول سے کام لیا ہوگا۔ مگر جب آپ کے ان مقدمات و استدلال کو پڑھا تو انکو اس بیت کا مصداق پایا۔ سے بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دلکا۔ جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا۔ اور اپنے امید وخیال کو انکی اصولی مقال کی نسبت اس مصرعہ کا مصداق پایا۔ ع خود غلط بود آنچہ من پنداشتم +

اس رسالہ القول العجیب میں کٹکی صاحب نے فروعی بحث بھی کی ہے۔ اور خاتمہ رسالہ میں آٹھ آیات نقل کرکے ان سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے۔ اس استدلال میں انہوں نے اصول سے مطلق کام نہیں لیا۔ بلکہ بتقلید اپنے مرشد مرزا قادیانی اور ان کے مقلدین کی بے اصولی بحث کی ہے۔ اور اندھا دھند چال اختیار کی ہے۔ یہی چال آج کل کے اور مرزائی جہال چل رہے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے ٹریکیٹ (دو ورقی رسائل) ہینڈ بل کے نام سے موسوم کرکے شائع و مشتہر کر رہے ہیں۔ ان ٹریکٹوں میں جو وفات مسیح کے دلائل و استدلات شائع و مشتہر کر رہے ہیں وہ بھی اسی اندھا دھند چال و بے اصولی مقال پر مبنی

ہیں۔ ہم اس مقام میں سب کی خبر لیتے ہیں۔ اور ان کے استدلات کا اصولی جواب دیتے ہیں۔

مرزا نے ازالہ اوہام میں تیس آیتوں میں (جنکی تعداد اسنے انتیس بتائی ہے) لفظ توفی دیکھکر اس معنے وفات قرار دیکر انسے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے۔ اُن آیات کو ہم نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں نقل کر کے بحوالہ لغت و تفاسیر و احادیث ثابت کر دیا ہے، کہ توفی کے حقیقی معنے وفات نہیں ہیں۔ بلکہ ایک چیز کو پُورا لینا اس کے حقیقی معنے ہیں۔ جو ایک جنس ہے اور موت اور نیند اور قبض جسم اس کے ماتحت متعدد انواع ہیں اور کسی کلام میں لفظ توفی سے کوئی خاص معنی و مراد قرار دینا بغیر کسی قرینہ کی شہادت کے جائز نہیں۔ چنانچہ تلویح وغیرہ کتب اصول فقہ میں مفصل اور مدلل بیان ہوا ہے اور کسی آیت یا حدیث (جیسے آیت اِنّیِ مُتَوَفِّیکَ یا آیت فَلَمَّا تَوَفَّیتَنِی یا حدیث کوثر جس میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم فلما توفیتنی) میں کوئی ایسا قرینہ پایا نہیں جاتا جس سے حضرت مسیح کے فوت ہو جانیکے معنی مراد اور متعین ہو سکیں۔ بلکہ ایسے قرائن موجود ہیں جن سے حضرت مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ اُٹھایا جانا معلوم و متعین ہوتا ہے۔

اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں صفحہ ۵۷ سے ۱۰۸ تک اسکا مفصل ثبوت دیا گیا ہے۔ جس کا مرزا اور اسکے اتباع میں سے کسی نے آجتک کوئی جواب نہیں دیا۔ حدیث کوثر کے لفظ فاقول کما قال العبد الصالح عیسےٰ بن مریم فلما توفیتنی کے متعلق ایک نئی بات خاکسار کے خیال میں آئی ہے۔ جو جلد ۱۴ میں لکھی نہیں گئی اور نہ کسی دوسرے مناظر و مقابل قادیانی کی کلام میں دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کلام میں یہ تو بیشک فرمایا ہے فاقول کما قال العبد الصالح مگر یہ نہیں فرمایا کہ اعنی بھذا القول ما عنے بہ العبد الصالح الخ یعنے آپنے یہ تو فرمایا ہے کہ میں اسوقت وہی کہونگا جو حضرت عیسےٰ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہونگے۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ جو معنے اس قول کے مَیں مراد رکھونگا وہی معنے اس قول سے حضرت مسیح کی مراد ہونگے۔ یہ تب ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کے حق میں انی متوفیک و رافعک الیّ فرماتا۔ اور اس کے مطابق آنحضرت بھی حضرت مسیحؑ کی مانند آسمان کی طرف زندہ اٹھائے جاتے اور ایک مدّت مدیدہ تک آسمان پر رہتے۔ اور اس مدت کے حالات آپ پر مخفی رہتے۔ اور ان ہی حالات

کی نسبت آپ اس قول میں لاعلمی ظاہر فرماتے جیسے کہ حضرت مسیح کے حق میں اللہ تعالیٰ نے انی متوفیك ورافعك الیّ فرمایا ہے اور اس کے مطابق آپ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی زمانہ مابین رفع و نزول مسیحی کے حالات حضرت مسیح پر مخفی رہے تھے۔ اور ان ہی حالات کی نسبت حضرت مسیح اس قول سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے۔ اور چونکہ ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ آنحضرت کے توفی عندالموت اور قسم (رفع وقبض روح) کی تھی اور حضرت مسیح کے توفی عندالرفع مذکورہ آیت اور قسم (رفع وقبض جسم) کی تھی۔ تو آنحضرتؐ اپنے حق میں لفظ توفی سے وہ معنے کیونکر مراد لے سکیں گے جو حضرت مسیح اپنے حق میں لفظ توفیٰ سے مراد رکھیں گے اور وہ معنی خود آنحضرت کو معلوم تھے۔ چنانچہ آپ ہی کی تعلیم و اعلام سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمائے ہیں کہ اس توفیٰ سے آپ کا جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے نہ آپ کو وفات دیکر صرف آپکی روح کو اٹھانا۔

چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد اول میں بصفحہ ۶۵۴ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ سعید بن منصور اور نسائی اور ابن ابی مردویہ نے روایت کیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھانا چاہا تو آپ اپنے اصحاب کی طرف نکل کر آئے اُس وقت گھر میں بارہ حواری تھے آپ اُن کے سامنے آئے تو ایک چشمہ سے نہا کر آئے اس حالت میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرہ ٹیک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص بارہ دفعہ مجھ پر ایمان لاکر کفر اختیار کرے گا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس کی شکل میری شکل کے مشابہ ہوجائے اور وہ

اخرج سعید بن منصور والنسائی و ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج الی اصحابہ وفی البیت اثنا عشرۃ رجلا من الحواریین فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشرۃ مرۃ بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب

فقال انا فقال انت ذاك فالقی علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفر به بعضهم اثنی عشر مرة بعد ان امن به قال ابن کثیر بعد ان ساقه بهذا اللفظ عنه ثنا ابو معاویه عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وصدق ابن کثیر فهولاء کلهم من رجال الصحیح واخرجه النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویه بنحوه وقد رویت قصته علیه السلام من طرق بالفاظ مختلفة وساقها عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علی صفة قریبة مما فی الانجیل (فتح البیان ص ۶۵)

میری جگہ قتل کیا جاوے اور میرے ساتھ بہشت میں ہو۔ ایک جوان جو سب سے چھوٹا تھا کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح نے اسکو فرمایا تو بیٹھ جا پھر آپنے اسی بات کا اعادہ کیا تو پھر وہی جوان دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت مسیح نے اسکو دوبارہ فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ پھر آپنے اسی بات کا اعادہ کیا تو پھر وہی جوان سہ بارہ کھڑا ہو گیا اور بولا کہ میں ہوں جو آپ کا مشابہ ہونا اور قتل کیا جانا قبول کرتا ہوں۔ پھر آپنے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک کھڑکی سے جو اس گھر میں تھی آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر یہودی حضرت عیسیٰ کے قتل کے طالب آئے تو انہوں نے اس شخص کو مسیح سمجھکر قتل ڈالا۔ اور بعض حواری بارہ دفعہ حضرت مسیح سے انکاری ہوئے۔ ابن کثیر نے اس سند سے یہ حدیث بیان کرکے ایک اور سند سے یہ حدیث ابن عباسؓ سے نقل کی اور کہا کہ یہ سند حضرت ابن عباسؓ تک صحت کو پہنچی ہے۔ اور ابن کثیر نے یہ بات سچ کہی ہے۔ یہ سب راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔ امام نسائی نے مختلف الفاظ سے اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ ایسا ہی عبد بن حمید ابن منذر ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ اس بیان کے قریب قریب جو انجیل میں ہے۔ ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔

اس تعلیم و اعلام نبوی کے مطابق ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ نے آیت وان

وان من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسیٰ وهم اهل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون الملة ملة

من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته کی تفسیر میں فرمایا کہ قیامت کے پہلے حضرت مسیح نزول فرمائیں گے تو ان کی موت سے پہلے سب

واحدة وھی الاسلام وبه جزم ابن عباس فی ما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح (قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۴۶)

اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے - آیت وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی نے فرمایا ہے کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ کا نازل ہونا قیامت کی ایک علامت ہے۔

ایسا ہی حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سولہ صحابہ اور بہت سے تابعین (مجاہد و قتادہ و حسن وغیرہم) نے حضرت مسیح کا قیامت کے پہلے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا بیان فرمایا ہے اور حسن نے قسم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اسوقت اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ موجود ہیں قیامت کے پہلے وہ نزول فرمائیں گے تو سب لوگ انپر ایمان لائینگے۔ یہ بات آنحضرت خود بھی فرما گئے ہیں چنانچہ نسائی وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر خدا تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ قیامت کو نزول کریں گے تو تمام زمین کو عدل سے بھر دینگے کافر انکی سانس سے مرجائیں گے۔ دجال کو وہ ہاتھ سے قتل کرینگے۔

یہ احادیث و آثار اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ کی صفحہ ۴۷ و صفحہ ۸۲ و ۸۵ میں صحیح بخاری و تفسیر درمنثور وغیرہ سے منقول ہیں اور رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۹ وغیرہ میں صحیح بخاری کے صفحہ ۴۹۰ و صحیح مسلم کے صفحہ ۸۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے احادیث مرفوعہ نقل کیگئی ہے جنمیں آنحضرتؐ کا قول منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ ایسے وقت میں نازل ہونگے کہ مسلمانوں کے امیر (یعنی امام مہدی) ان کو نماز پڑہانیکے لئے بلائیں گے تو وہ کہینگے کہ نہیں یہ کام یعنی نماز پڑہانا اسوقت کے امام کا کام ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آیات مذکورہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ نے کہا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی تعلیم سے کہا ہے۔

اور جبکہ آنحضرتؐ نے خود ہی تعلیم دی تھی کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں تو پھر کیونکر ممکن و متصور ہے کہ جس معنے (وفات) سے لفظ توفی آنحضرتؐ اپنے حق میں بولیں گے اُسی معنی سے آپ سے پہلے حضرت مسیح اپنے حق میں وہ لفظ توفیتنی استعمال فرمائیں گے باوجودیکہ مسیح کے توفی بقول آنحضرتؐ اور آپکے تلامذہ صحابہ اور اُن کے تلامذہ تابعین وغیرہ کے اور قسم کی (رفع و قبض زندہ جسم) تھے اور آنحضرتؐ کی توفی باتفاق کل اور قسم (وفات) سے ہے۔ یہ جواب آیت توفی سے استدلال مرزا و مرزائیوں کا ایسا جواب ہے کہ اسکا جواب ان لوگوں سے نہ پہلے ادا ہوا ہے اور نہ آئندہ ادا

ہونا ممکن ہے۔ کوئی مرزائی اس کا جواب دے تو خاکسار سے ایک سو روپیہ نقد انعام لے۔ اور جواب پیش کرنے سے پہلے کسی ثالث کے پاس جمع کرالے۔

ہمارے ایک شاگرد ان شاگرد گرتا فرمانبردار و سرکش مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے مرزا کے استدلال بآیت توفیتنی کے جواب میں رسالہ شہادت القرآن کے بتیس صفحہ میں مرزا کا تعاقب کیا ہے جس میں جلد ۱۳ و ۱۴ اشاعۃ السنۃ سے بہت سا اقتباس کیا ہے اور حدیث کوثر کے متعلق تمسک و تقریر مرزا کے جواب میں چار صفحے لکھے ہیں مگر یہ بات جو خاکسار کہن سال کو خدا تعالیٰ نے سوجھائی ہے اسکے خیال میں نہیں آئی۔ اگر آتی تو کیونکر آتی۔ یہ کام کہن سال مشیخہ کا ہے نہ نوجوانان خام کار کا۔ ؏ بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی ٭ ہماری ان ہوشگافیوں پر جو وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں اور ہر ایک آیت وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا کا مصداق ہوتی ہیں۔ (کما اقر بہ تلمیذی الموصوی الفاضل اللودھانی ذوالکنی ابوالظفر و ابوذر محمد غضنفر) ان خام کار نوجوانوں کا ہمکو کبر سنی کیوجہ سے معذور اور لائق پنشن قرار دینا جیسا کہ اخبار اہلحدیث ۱۴ ستمبر وغیرہ میں عمل میں آیا ہے لائق تادیب ہے۔ یا حق بجانب؟۔ خریداران اخبار اہلحدیث سے جنمیں کچھ ایمانی انصاف و تمیز باقی ہے داد دیں۔ اندھے بہرے ہو کر اس اخبار کو نہ پڑھا کریں۔

تفسیر فتح البیان کے آخر میں جو حضرت مسیح کے رفع جسمانی کی روایت کو انجیل کے مطابق کہا ہے اُس کی تفصیل میں انجیل برنا باس اور اسکی مؤید تقریر بیان جارج سیل مترجم قرآن کو نقل کرنا مناسب ہے۔

سیل صاحب ترجمہ انگریزی قرآن میں برنا باس کی انجیل سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہود مسیح کو پکڑنے کیلئے جارہے تھے تو خدا نے بواسطہ چار فرشتوں کے انکو آسمان پر اُٹھا لیا اور آپکی بجائے یہودا اسکریوطی صلیب دیا گیا خدا تعالیٰ نے اسی کو یہودیوں کی نظروں میں مسیح کا ایسا مشابہ کر دیا کہ یہود اسکو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے۔ یہ مشابہت ایسی تھی کہ حواری اور حضرت مریم بھی بھول گئے۔ حضرت مسیح انکو تسلی دینے کیلئے پھر نازل ہوئے۔ اور برنا باس کو جو ایک حواری تھا فرمایا کہ اے برنا باس یقین جان کہ گناہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہو خدا اسکی سزا دیتا ہے۔ میری ماں اور شاگردوں نے جو دنیوی غرض سے مجھ سے محبت کی خدا اُس سے ناخوش ہوا اور بمقتضائے عدالت یہ چاہا کہ انکے نامناسب اعتقاد کی دنیا میں انکو سزا دے تاکہ وہ دوزخ کے عذاب سے بچ جاویں۔ اور اگرچہ میں دنیا میں بے قصور تھا پر اس لیے کہ بعض آدمیوں نے مجھ کو

خدا اور فرزند خدا کہا۔ اِسلئے خدا کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ بروز قیامت مجھ پر شیاطین نہ ہنسیں اور اس نے اپنی مہربانی اور عنایت سے ایسا بہتر جانا کہ دنیا ہی میں میری ہنسائی ہو جائے یعنی بسبب موت یہودا کے ہر شخص یقین کرے کہ میں مصلوب ہو گیا ہوں۔ اور تو (اے برناباس) جان لے کہ یہ ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے تک رہیگی۔ وہ دنیا میں آکر ہر شخص کو اس غلطی پر آگاہ کر دیگا۔"

جارج سیل صاحب نے انجیل برناباس سے اس مضمون کو نقل کرنے سے پہلے کہا ہے کہ یہود کی برخلاف اللہ تعالیٰ کا مکر یعنے اس کی چھپی تدبیر یہ تھی کہ عیسےٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور آپ کی شباہت شکل ایک اور شخص پر ڈالدی جو آپ کی بجا ماخوذ ہو کر صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ مسلمانوں کا مسلہ مسئلہ ہے بعض لوگ عیسائیوں سے گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ شباہت محمد رسول اللہ کا اختراع ہے مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں۔ یہ پیغمبر اسلام کے زمانہ سے بہت مدت پہلے عیسائیوں سے بہت سے فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ پھر ان فرقوں کو تفصیل سے بیان کیا۔

اس قصہ شباہت پر ایک طرفہ شہادت خود بدولت بانی مذہب مرزائی مرزا قادیانی کا وہ اعتراف ہے جو انجیل برناباس کی تصدیق و توثیق میں سرچشمہ آریہ میں آپکی قلم سے نکل چکا ہے آپ پہلے کتابوں سے نبوت آنحضرت کا ثبوت دیتے ہوئے حاشیہ در حاشیہ میں جارج سیل کے ترجمہ سے نقل کرتے ہیں کہ مرامرینو جو ایک بزرگ راہب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھ کو ایک تحریر اریسن صاحب کی جو فاضل مسیحی ہیں منجملہ اس کے اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہوا ہے نظر سے گذری۔ اس تحریر میں اریسن صاحب اپنے بیان کی صداقت میں انجیل برناباس کا حوالہ دیتے ہیں۔ تب میرا بات کا شائق ہوا کہ انجیل برناباس کو میں بھی دیکھوں اور اتفاقاً یہ تقریب نکل آئی کہ خدا کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجھ سے اتحاد و دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ مذکور کے کتب خانہ میں ہم دونو اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے میں نے دل بہلانے کو ان کے کتب خانہ کا ملاحظہ شروع کیا۔ سب سے پہلے جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ یہی انجیل برناباس تھی جس کا میں متلاشی تھا۔ اس کے ملجانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی۔ اور میں نے نہ چاہا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپاؤں۔ تب میں پوپ کے جاگنے پر اُن سے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لے گیا۔ جس کے پڑھنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا۔ اور اس انجیل برناباس

میں جو آنحضرت ؐ کے حق میں بلفظ فارقلیط پیشگوئی وارد ہے اور اسکی نسبت بعض متعصب عیسائی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لفظ اس انجیل میں مسلمانوں نے داخل کر دیا ہوا ہے اس کے جواب میں حاشیہ صفحہ ۱۷۰ میں مرزا نے کہا ہے کہ کیا رات کو عیسائیوں کے کتب خانوں میں مسلمان جا گھسے تھے اور کیا عبرانی یونانی میں اپنی طرف سے ہزارہا نسخے لکھ کر کتب خانہ عیسائیوں میں رکھدیئے تھے جبکہ وہ سو گئے تھے یہ خلاصہ جواب مرزا کا ہے جس کو اُس نے مختلف پیرائیوں میں ادا کیا۔ اور انجیل برناباس کا (جس میں حسب بیان جارج سیل صاحب یہ قصہ شباہت و مصلوب ہونا مشابہ کا مذکور ہے) معتبر ولائق ہونا بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔ ہمارے ایک اقراری شاگرد مولوی نور احمد ساکن لودی ننگل ضلع گورداسپور جس نے اپنے رسالہ تحقیق الکلام فی حیات المسیح علیہ السلام میں تفسیر فتح البیان سے اور ترجمہ انگریزی جارج سیل سے یہ قصہ مشابہ و مصلوب ہونا مشابہ کا اور آسمان کیطرف زندہ اُٹھایا جانا حضرت مسیح کا نقل کیا ہے :۔ "اب ناظرین غور سے عبارت مذکور کا ملاحظہ فرماویں کہ اس میں بھی ایک دوسرے شخص کا بجز مسیح کے مصلوب ہونا محقق ہے۔ الغرض قرآن مجید سے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے حسب تحقیق جناب مرزا صاحب کے مسیح کے سوا ایک دوسرے کا مصلوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور ٹھیک بھی یہی ہے۔ پس آپ کو اور آپ کے متبعین کو لازم بلکہ الزم ہے کہ اس پرانی تحقیق پر کاربند ہوں اور نئے الہام کو جو نکہ خلاف شریعت ہے وساوس میں داخل کریں یا اسکی تاویل کریں نئے کے شوق میں پرانی تحقیق کو ہاتھ سے نہ دیں۔ جدید کی لذت سے مسلمات قدیمہ کا انکار نہ کریں۔ آئندہ آپکا اختیار ہے۔ ہمیں تو نصیحت سے سروکار ہے"

ہمارے تلمیذ عزیز مولوی نور احمد اس نصیحت و تقریر کو ٹھنڈے دل سے غور و انصاف کے ساتھ پڑھیں اور اس حق و نسبت تلمذ کو (جس کے وہ اقراری ہیں) پیش نظر رکھکر رکھ کر کہیں کہ اس تقریر و نصیحت کے بعد وہ کونسی دلائل کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ یا آثار و اقوال صحابہ بالفاظ صریح و سند صحیح انکو پہنچیں کہ وہ اس رسالہ تحقیق الکلام کو شائع کرنے سے بہت تھوڑے زمانے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان کر اُن کی جگہ مرزا کو مسیح موعود مان گئے۔ اور مرزائی سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ کوئی آیت یا حدیث یا اثر و قول صحابی صریح و صحیح وہ عزیز

پیش کرینگے تو ہم بجائے اُس انعام کے جو دوسرے مرزائیوں کیلئے تسلیم و تجویز کر چکے ہیں (یعنے فی آیت یا حدیث یا قول صحابی ایکسو روپیہ) اُن کو دو سو روپیہ انعام دیں گے۔ وہ اس امر کے مدعی ہو کر ہم کو اشارہ کرینگے تو ہم نقد روپیہ لیکر فوراً لودی ننگل یا اسکے قریب فتح گڑھ پہنچیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر یہ نہ ہوسکے تو وہ اس طاغی و گمراہ فرقے سے علیحدہ ہو کر اپنے قدیم جماعت اہل سنت وجماعت و اہلحدیث میں داخل ہو کر ہماری آنکھوں میں نور اور سینہ میں سرور پیدا ہونیکے موجب بنیں۔

ہمارے اس بیان سے جو قرآن اور انجیل اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ و تابعین سے مدلل اور مؤید ہے۔ ہر کسی کو جو فہم و انصاف رکھتا ہو اور قرآن و انجیل و حدیث و آثار پر یقین و ایمان رکھتا ہو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث و انجیل و آثار صحابہ و تابعین کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں اور اسوقت تک وہ فوت نہیں ہوئے۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ وفات مسیح کا منشا و ماخذ کیا ہے اور ایک مدت سے جو ہندوستان و پنجاب میں ایک جماعت مرزائی اس عقیدہ وفات مسیح پر مصر ہو رہے ہیں اسکی وجہ کیا ہے۔ وہ جو بڑے زور و شور سے وفات مسیح کے مدعی اور قرآن اور صحیح بخاری کو اور اجماع صحابہ وغیرہ علماء کو اپنے دعویٰ کی دلیل بتاتے ہیں اس میں وہ کسی دھوکہ اور غلطی میں پڑے ہوئے ہیں یا دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ اور رسول اور صحابہ اور امام بخاری وغیرہ پر محض افترا پردازی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

## مدعیان وفات مسیح کی قرآن و حدیث و اجماع اہلسنت سے خلاف ورزی

## اور

## خدا و رسول و صحابہ و دیگر ائمہ دین بخاری وغیرہ پر افترا پردازی

قاضی عیاض و امام بغوی وغیرہ علماء اہلسنت نے جنکی اصل عبارات اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں بصفحہ ۱۵ الغایت ۱۶۳ منقول ہیں بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور انکے وقت میں دجال کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ کا اسکو قتل کرنا تمام اصحاب نبوی اور ائمہ اہل سنت و جماعت خصوصاً محدثین کے اتفاق و اجماع سے ثابت و مسلم ہے اسمیں خلاف کیا ہے تو بعض خوارج و معتزلہ و جہمیہ نے کیا ہے۔ ان مبتدعین کے خلاف کا منشا و ماخذ تو ان علماء نے یہ بیان کیا ہے